Surah Nisa 110-121

Tadabbur Quran:

110-112: وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْۗـــَٔةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗـــًٔـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○

109-112:

ھا عربی میں کلمہ تنبیہ ہے اس پر دوسرے مقام میں بحث گزر چکی ہے۔ یہ جملہ کے شروع میں آتا ہے اور مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کان کھول کر بات سنے۔ لفظ وکیل کے ساتھ جب علی ہو تو موقع کے لحاظ سے یہ تین معنوں میں آتا ہے۔ 1۔ مسؤل اور ذمہ دار کے معنی میں۔ مثلاً وما جعلناک علیہم حفیظا وماانت علیہم بوکیل : ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں بنایا ہے اور تم ان کے ایمان کے باب میں مسؤل نہیں ہو (انعام : 107) ۔ 2۔ نگران کے معنی میں، مثلاً خالق کل شیء فاعبدوہ وھو علی کل شیء وکیل : وہ ہر چیز کا خالق ہے، پس اسی کی بندگی کرو اور وہی ہر چیز پر نگران ہے" 3۔ ضامن کے معنی میں۔ مثلاً ایما الاجلین قضیت فلا عدوان علی واللہ علی ما نقول وکیل : دونوں میں سے مدت بھی میں پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہو گی اور ہم جو قول و اقرار کر رہے ہیں اس پر اللہ ضامن ہے "۔ ظاہر ہے کہ امن من یکون علیہم وکیلا میں یہ پہلے معنی میں ہے۔ یعنی آج تو ان کی حمایت کرنے والے ان کی حمایت میں لڑ جھگڑ سکتے ہیں لیکن قیامت کے دن جب خدائے علیم و خبیر کی عدالت میں ان کا مقدمہ پیش ہو گا تو ان کی طرف سے کون مسؤل اور جواب دہ بن کر کھڑا ہو گا، اس دن تو بہر حال انھیں خود ہی جواب دہی کرنی ہو گی۔

اب یہ بات سامنے کھل کر آ گئی کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خطاب کر کے اوپر کی آیات میں کن کے رویے پر سرزنش کی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ مخاطب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شخصاً نہیں ہیں بلکہ مسلمانوں میں سے وہ لوگ ہیں جو وقتاً فوقتاً اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر منافقین حمایت میں آستینیں چڑھا لیتے اور ان کی صریح غلطیوں کے باوجود ان کی برئیت کے لیے کوئی نہ کوئی عذر تلاش کرنے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لوگو، کان کھول کر سن لو کہ آج تو تم ان کی حمایت میں لڑ جھگڑ سکتے ہو لیکن کل جب خدا کے ہاں ان کی روبکاری ہو گی تو خدا سے ان کی مدافعت میں کون جھگڑے گا یا کون ان کی طرف سے مسؤل بنے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا سے چھوٹنے کا راستہ یہ نہیں ہے کہ مجرم کی حمایت میں دوسرے پشت پناہ بن کر کھڑے ہوں بلکہ یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی برائی یا کسی ظلم نفس (شرک) کا ارتکاب ہو جائے تو وہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اس سے مغفرت مانگے، جو شخص خلوص کے ساتھ استغفار کرے گا وہ اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا۔ خدا کے

ہاں ایک کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا، جو کسی گناہ کا مرتکب ہوگا اس کا وبال اسی پر آئے گا، اس لیے کہ خدا علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ اس کے علم اور اس کے عدل و حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ زید کا حساب بکر کے کھاتے میں نہ پڑنے پائے بلکہ ہر ایک اپنے عمل کا جواب وہ خود بنے۔

سازشی گروہوں کا ایک خاص حربہ: ومن یکسب خطیئۃ الایۃ، میں منافقین کی ایک اور شرارت سے پردہ اٹھایا کہ یہ لوگ اپنی کسی غلطی یا کسی حق تلفی پر جب گرفت میں آجاتے ہیں تو اعتراف کے بجائے جھوٹ اور بہتان کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس کا بوجھ کسی بے گناہ پر لادنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا کہ خدا سے بریت کا یہ راستہ بھی غلط ہے۔ اس بہتان اور جھوٹ سے دنیا کو دھوکا دیا جاسکتا ہے، خدا کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ خدا کے ہاں ایسے مجرم نہ صرف اپنے جرم کا بوجھ اٹھائیں گے بلکہ اپنے اصل جرم پر بہتان اور جھوٹ کا بھی اضافہ کرلیں گے۔ یہ بات یہاں یاد رکھنی چاہیے کہ اوپر منافقین کی سازوں اور سرگوشیوں کا ذکر گزر چکا ہے۔ سازشی گروہوں کا خاص حربہ اپنے دفاع کے لیے یہی ہوتا ہے کہ جب وہ پکڑے جاتے ہیں تو اس کا الزام یا تو دوسرے بے گناہوں کے سر تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں یا کم از کم ان کو بھی اس میں ملوث کرنے کے لیے بہتان طرازی کرتے ہیں تاکہ اپنا بار گناہ کچھ ہلکا کرلیں۔

113: وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ○

یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف التفات اور آپ کے واسطے سے مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ یہ اللہ کا تمہارے اوپر خاص فضل و احسان ہے کہ تم ان منافقین کے شر سے محفوظ رہے ورنہ ان کی ایک جماعت کی تو رات دن کوشش اور سازش یہی ہے کہ تمہیں راہ سے بے راہ کرکے رہے لیکن اللہ نے اپنے فضل خاص سے تمہیں کتاب و حکمت کی جو روشنی عطا فرمائی ہے اس نے تمہیں لغزش سے محفوظ رکھا۔ اس میں مسلمانوں کو یہ تنبیہ ہے کہ اس گروہ کی آفتوں اور فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں اور ساتھ ہی اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر بھی بتادی کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ کتاب و حکمت کی جو نعمت ان کو ملی ہے اس کی سچے دل سے قدر کریں اور ان لوگوں کے چکموں میں نہ آئیں جو اس سے ہٹ کر اپنی راہ نکال رہے ہیں۔ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَیْءٍ میں اس حقیقت نفس الامری کا بیان ہے کہ راہ حق سے منحرف ہوکر چلنے والے اگر راہ حق پر چلنے والوں کو حق سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکیں تو پھر وہ اپنی تمام دانش فروشیوں کے باوجود صرف اپنے ہی کو گمراہ کرتے ہیں، جادہ حق پر استوار رہنے والوں کو وہ کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے موقف حق پر ڈٹے ہوئے دیکھتے رہو کہ یہ تباہی کے کس کھڈ میں جا کر گرتے ہیں۔

114-115: لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ○ وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۶

نجوی کا مفہوم اور اس میں خیر و شر کا پہلو: نجوی کے معنی سرگوشی اور رازداری کے انداز میں کسی سے بات کرنے کے ہیں۔ اس میں بجائے خود کوئی برائی نہیں ہے اس لیے کہ ایسے مواقع بہت سے ہو سکتے ہیں جہاں رازداری اور سرگوشی کا طریقہ ہی قرین مصلحت ہو۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر اذان دینا ہی ضروری نہیں ہے۔ اس میں برائی یا بھلائی بات کی نوعیت سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر بات نیکی اور تقوی کی ہے تو وہ نجوائے خیر ہے اور اگر بات شرارت اور فتنے کی ہے تو وہ نجوائے شیطانی ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کی وضاحت سورۃ مجادلہ میں فرما دی ہے۔ یاایہاالذین امنوااذا تنا جیتم فلاتتناجوا بالاثم والعدوان وتناجوا بالبر والتقوی (اے ایمان والو، جب تم آپس میں رازداری کے ساتھ بات کرو تو گناہ اور تعدی کی مشورت نہ کرو بلکہ نیکی اور تقوی کی بات کرو)۔ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ میں ایک مضاف محذوف ہے جس طرح ولکن البر من امن باللہ، میں ہے، جس کا ذکر بقرہ میں گزر چکا ہے۔ یعنی ان کا نجوی تو بیشتر شیطانی ہوتا ہے البتہ ان کے نجوی میں خیر ہے جو صدقہ، نیکی اور اصلاح کے لیے نجوی کریں۔ "مشاقہ" اور "الہدی" کے الفاظ پر سورۃ بقرہ میں بحث گزر چکی ہے۔ رسول کے ساتھ "مشاقہ" کے معنی میں رسول کے مقابل میں اپنی ایک پارٹی کھڑی کرنے کی کوشش کرنا اور "الہدی" کے معنی "ھدی اللہ" یعنی اللہ کی ہدایت کے ہیں جس طرح "الکتب" کے معنی کتاب اللہ کے۔ "سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ" میں مومنین سے مراد صحابہ رسول ہیں۔ انھوں نے زندگی کا جو طریقہ اختیار کیا وہ سرتاسر ہدایت الٰہی پر مبنی تھا اس وجہ سے اس کی اتباع ہی اللہ اور رسول کی اتباع ہے۔ اس سے ہٹ کر کوئی راہ نکالنا گمراہی ہے۔ "نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى" میں وہی اسلوب ملحوظ ہے، فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم، میں ہے یعنی جو لوگ اہل ایمان کے راستہ سے ہٹ کر کوئی راہ نکالنے کی کوشش کریں گے خدا ان کو اسی راہ پر موڑ دے گا جس پر وہ جانا چاہتے ہیں۔ حق کے ترک و اختیار کے معاملے میں خدا کے ہاں جبر نہیں ہے۔ جو خدا کی راہ پر چلنا چاہتا ہے اللہ اس کو اس کی توفیق ارزانی فرماتا ہے، جو اس سے الگ ہو کر اپنی پسند کردہ کوئی راہ اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لیے بھی اس کو ڈھیل دے دیتا ہے۔

منافقین کی سرگوشیوں کی نوعیت: اوپر آیت 108 میں اذیبیتون مالایرضی من القول، کے الفاظ سے منافقین کی جن سرگوشیوں اور سازشوں کی طرف اشارہ فرمایا تھا اب یہ اس کی وضاحت ہو رہی ہے کہ ان کی سرگوشیوں کا اکثر حصہ خیر سے بالکل خالی محض فتنہ و فساد کی باتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ بابرکت سرگوشی تو وہ ہو سکتی ہے جو صدقے کی ترغیب، نیکی کی تشویق اور اصلاح ذات البین کے مقصد سے ہو اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو اللہ کی رضاجوئی کے لیے درپردہ ان اعلی مقاصد کے لیے کام کریں اللہ ان کو بڑا اجر دے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ یہ اچھی طرح سمجھ چکنے کے بعد کہ رسول جس طریق ہدایت کے داعی ہیں یہ اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت ہے، رسول کی مخالفت کر رہے ہیں اور اہل ایمان کے اختیار

کیے ہوئے طریقے کو چھوڑ کر کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہتے ہیں اللہ ان کو ان کی اختیار کی ہوئی راہ پر جانے کے لیے چھوڑ دے گا اور یہ اس راہ سے سیدھے جہنم میں پہنچ جائیں گے جو نہایت برا ٹھکانا ہے۔ ان دونوں آیتوں پر تدبر کی نگاہ ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ قرآن نے نہایت بلیغ اسلوب سے ان منافقین کے نجویٰ کی نوعیت بھی واضح کر دی ہے اور اس کا مقصد بھی بے نقاب کر دیا ہے۔ جب یہ فرمایا کہ ان کے نجویٰ میں کوئی خیر نہیں، نجوائے خیر تو ان کا نجوی ہے جو صدقہ پر ابھاریں، معروف پر چلنے کی ترغیب دیں اور اصلاح ذات البین کی کوشش کریں تو اس سے یہ بات آپ سے آپ نکل آئی کہ یہ لوگ جو سرگوشیاں کرتے ہیں اس میں یہ لوگوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے روکتے ہیں، معروف کے بجائے منکر کی ترغیب دیتے ہیں اور اصلاح ذات البین کے بجائے مسلمانوں میں نفاق ڈلوانے کی سازش کرتے ہیں۔ اسی طرح جب یہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کی ہدایت اچھی طرح واضح ہو چکنے کے بعد رسول کی اور اللہ کی ہدایت کی مخالفت کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے راستہ سے الگ اپنی ایک پگڈنڈی نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں اللہ کو ان کی پسند کردہ راہ پر جانے کے لیے چھوڑ دے گا جو ان کو سیدھے جہنم میں لے جا کے گرائے گی تو گویا یہ واضح کر دیا کہ ان لوگوں کی ان تمام سازشوں اور سرگوشیوں کا مدعا در حقیقت یہ ہے کہ یہ رسول کے بالمقابل اپنی ایک الگ پارٹی بنانا، ہدی اللہ کے بالمقابل اپنی ایک علیحدہ ڈگر نکالنا اور طریقہ مومنین کے بالمقابل طریقہ جاہلیت کی پیروی کرنا چاہتے ہیں۔ میں جب یہ آیتیں پڑھتا ہوں تو میرا ذہن بار بار اس طرف جاتا ہے کہ یہ ان لوگوں کو جواب دیا گیا ہے جو ان منافقین کی حمایت میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مومنین مخلصین سے بحثیں اور مناظرے کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ ان منافقین کی ان خفیہ مجلسوں اور درپردہ سازشوں کی اطلاعات میں جب حضور کو اور صحابہ کو پہنچتی رہی ہوں گی تو ان پر کسی نہ کسی نوعیت سے گرفت بھی ہوتی رہی ہوگی۔ اس وقت ان کے یہ حمایتی، جن کا اوپر ذکر ہوا، ان کی صفائی میں کہتے رہے ہوں گے کہ یہ لوگ تو بڑے مخلص ہیں، یہ تو ملت کے بڑے ہوا خواہ ہیں، ان کی مجلسوں میں جو باتیں ہوتی ہیں وہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبود اور خیر خواہی کی ہوتی ہیں۔ اور اگر اس ذیل میں کوئی ایسی بات گرفت میں آتی رہی ہوگی جس کا جواب نہ بن آتا ہوگا تو اس کا الزام، جیسا کہ اوپر اشارہ گزرا، کسی ایسے بھلے مانس پر ٹھونک دیتے رہے ہوں گے جس کے حاشیہ خیال میں بھی وہ بات کبھی نہیں آئی ہوگی۔ ان لوگوں کی اس وکالت کے جواب میں قرآن نے نہایت بلیغ طریقے سے ان اندرون خانہ سرگوشیوں سے پردہ اٹھایا اور یہ دیکھیے کتنی خوبصورتی سے پردہ اٹھایا ہے کہ ساری بات بھی سامنے آگئی اور مخاطب کے لیے کسی بحث و تردید کی گنجائش بھی باقی نہیں رہی۔

116: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيۡدًا ۝۱۱۶

آگے کا مضمون۔ آیات 116۔126:۔ آگے پہلے وجہ بیان ہوئی ہے اس بات کی کہ یہ منافقین جو اللہ کی ہدایت واضح ہو چکنے کے بعد رسول کی مخالفت مومنین کی راہ سے الگ اپنی راہ نکالنا چاہتے ہیں جہنم میں پڑیں گے تو کیوں پڑیں گے ؟ اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ کی ہدایت کے خلاف کوئی راہ اختیار کرنا، خدا کے رسول کے خلاف اپنی پارٹی کھڑی کرنا اور مومنین کے راستے سے الگ راہ نکالنا اپنی حقیقت کے لحاظ سے شرک ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک کے متعلق یہ فیصلہ ہے کہ وہ اس کو معاف فرمانے والا نہیں۔

شرک کی حقیقت: اس کے بعد شرک کے ذکر کے تعلق سے شرک کی حقیقت واضح فرمائی کہ جو لوگ شرک کرتے ہیں وہ درحقیقت شیطان کے پیرو ہیں۔ اس نے ان کے لیے آرزوؤں کے جو پرفریب دام بچھائے ہیں اس میں وہ پھنس گئے ہیں اور جو کچھ وہ انھیں سجھاتا ہے بالکل اندھے بہرے ہو کر اس کی تعمیل کر رہے ہیں حالانکہ اس کے تمام وعدے بالکل فریب ہیں۔ ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے جس میں داخل ہونے کے بعد اس سے ان کو نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

فوز و فلاح آخرت صرف اہل توحید کے لیے: پھر اہل توحید کی فوز و فلاح کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ بیشک خدا کی ابدی بہشت میں داخل ہوں گے اور ان کے لیے اللہ کے جو وعدے ہیں وہ شیطان کے وعدوں کی طرح محض فریب نہیں ہیں بلکہ سرتاسر حقیقت ہیں اور خدا کی بات سے زیادہ سچی بات کسی کی ہو سکتی ہے ؟

خدا کے ہاں کام آنے والی چیز ایمان اور عمل صالح ہے۔ خدا کی بہشت میں وہی داخل ہوں گے جن کے پاس یہ متاع ہوگی جو اس سے محروم ہوں گے وہ اپنی برائیوں کی سزا بھگتیں گے خواہ کوئی ہوں۔

ملت ابراہیم سے بڑھ کر کوئی ملت توحید کی حامل نہیں: آخر میں فرمایا کہ اصل دین ان لوگوں ہے جو اسلام کے پیرو ہیں۔ یہی ملت ابراہیم ہے۔ ابراہیم خدائے واحد کے پرستار تھے اور ان کی اسی توحید ہی کی وجہ سے خدا نے ان کو دوست بنایا تھا۔ اس کائنات کی ہر چیز خدا ہی کی ہے اور خدا ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اب اس روشنی میں آگے کی آیات تلاوت فرمایئے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا۔

دون " کا لفظ اپنے استعمالات کے لحاظ سے ورے اور پرے، نیچے اور اوپر، آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ قرینہ معین کرتا ہے کہ کہاں " کیا مراد ہے۔ یہاں ظاہر ہے کہ ورے یا نیچے کے معنی میں ہے۔ جس طرح تمام خیر کا منبع توحید ہے یعنی خدا کی ذات، صفات اور اس کے حقوق میں کسی کو ساجھی نہ ٹھہرانا اسی طرح تمام شر کا منبع شرک ہے یعنی خدا کی ذات، صفات اور اس کے حقوق میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ توحید پر قائم

رہتے ہوئے انسان اگر کوئی ٹھوکر کھاتا ہے تو وہ غلبہ نفس وجذبات سے اتفاقی ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ اپنی غلطی ہی کو اوڑھنا بچھونا بنالے۔ اس وجہ سے وہ گرنے کے بعد لازماً اٹھتا ہے۔ برعکس اس کے شرک کے ساتھ اگر کسی سے کوئی نیکی ہوتی ہے تو وہ اتفاقی ہوتی ہے جس کا اصل منبع خیر یعنی خدا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اس وجہ سے وہ بے بنیاد ہوتی ہے۔ مشرک خدا سے کٹ جانے کی وجہ سے لازماً اپنی باگ نفس اور شیطان کے ہاتھ میں دے دیتا ہے اس وجہ سے وہ درجہ بدرجہ صراط مستقیم سے اتنا دور ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے خدا کی طرف لوٹنے کا کوئی امکان ہی باقی نہیں رہ جاتا تا آنکہ وہ شرک سے توبہ کرے۔ اس وجہ سے خدا کے ہاں شرک کی معافی نہیں ہے۔ البتہ توحید کے ساتھ اگر کسی سے گناہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہے گا معاف فرمادے گا۔

خدا کی ہدایت کے برخلاف کسی طرقے کی پیروی کرنا شرک ہے: اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ یہاں یہ شرک کا ذکر ان منافقین کے تعلق سے ہوا ہے جو رسول کی ہدایت الٰہی کی اور طریقہ اہل ایمان کی مخالفت کر رہے تھے۔ خدا کی شریعت اور اس کے قانون کے ہوتے ہوئے کسی اور کے قانون و شریعت کی پیروی کی جائے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو حق خدا کا ہے اس میں دوسرے کو شریک کر دیا گیا ہے۔ رسول، اللہ کی شریعت لاتا ہے، ہدی اللہ، اللہ کی شریعت ہے اور اہل ایمان کا طریقہ اسی شریعت پر قائم ہے۔ اب جو لوگ اس سے الگ کوئی راہ نکالنے کے درپے ہیں وہ راہ اللہ کی نہیں بلکہ شیطان کی ہے اور اس پر چلنے والے شیطان اور طاغوت کے پیرو ہیں اور یہ چیز اسی طرح شرک ہے جس طرح تحاکم الی الطاغوت شرک ہے جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ میں لمن یشاء کی قید بھی قابل غور ہے۔ ایمان کے ساتھ جو گناہ صادر ہو جاتے ہیں ان کی معافی کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لمن یشاء (جس کے لیے چاہے گا) کی قید بھی لگائی ہے جو نہایت اہمیت رکھنے والی قید ہے۔ ہم اس کتاب میں بار بار ذکر کر چکے ہیں کہ قرآن سے یہ بات بالکل غیر مشتبہ طور پر ثابت ہے کہ خدا کی کوئی مشیت بھی اس کی حکمت سے الگ نہیں ہے اس وجہ سے یہ معافی انہی کو حاصل ہو گی جو اس کے عدل و حکمت کے تحت اس کے سزوار ٹھہریں گے۔ اس قید کے اس معاملے میں بے جا جسارت کے تمام دروازے بند کر دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مشیت کے لیے جو قاعدے ضابطے رکھے ہیں وہ اس نے خود قرآن میں بیان فرمادیے ہیں۔

117-121: اِنۡ يَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنَاثًا ۚ وَاِنۡ يَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَيۡطٰنًا مَّرِيۡدًا ۙ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۙ وَّلَاُضِلَّنَّهُمۡ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمۡ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الۡاَنۡعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ؕ يَعِدُهُمۡ وَيُمَنِّيۡهِمۡ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيۡطٰنُ اِلَّا غُرُوۡرًا ۚ اُولٰٓئِكَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوۡنَ عَنۡهَا مَحِيۡصًا ۚ

ان یدعون " یہاں پکارنے سے مراد وہ پکارنا ہے جو دعا، فریاد، استغاثہ، استعانت، استرحام وغیرہ کے قصد سے اس معنی میں ہو جس معنی میں " معبود کو پکارا جاتا ہے۔

اناث " سے مراد مزعومہ دیویاں ہیں : اناث، انثی کی جمع ہے۔ انثی، لغوی مفہوم میں تو نرم و ناز اور ڈھیلی ڈھالی چیز کے لیے استعمال ہوا ہے " لیکن معروف استعمال اس کا عورت کے لیے ہے۔ یہاں چونکہ مشرکین کے دیویوں دیوتاؤں کے ذکر کے سیاق میں ہے اس وجہ سے اس سے مراد دیویاں ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ مشرکین کی دیومالا میں، خواہ وہ کسی قوم و ملک کے مشرکین ہوں، دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل و نینوا وغیرہ کے مشرکانہ مذاہب کی جو تاریخ موجود ہے اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔ یہ بات بھی خاص طور پر ملحوظ رکھنے کی ہے کہ زندگی کی جو اصل ضرورتیں ہیں وہ بیشتر انھیں دیویوں سے متعلق سمجھی جاتی رہی ہیں۔ عرب جاہلیت میں بھی خدائی کے نظام پر بیشتر دیویوں ہی کا قبضہ تھا۔ لات، منات، عزی وغیرہ دیویں ہی کے نام ہیں۔ یہ، جیسا کہ سورۂ نجم کی تفسیر میں واضح ہو گا، فرشتوں کے بت تھے جن کے متعلق مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ خدا کی لاڈلی چہیتی بیٹیاں ہیں جن کے بات خدا کبھی نہیں ٹالتا۔ اس وجہ سے ان کے واسطہ سے جو کچھ مانگا جائے اگر یہ راضی ہوں تو وہ مل کے رہتا ہے۔ قرآن میں ان کے اس عقیدہ کا جگہ جگہ حوالہ مثلاً وجعلوا الملئکۃ الذین ھم عباد الرحمٰن اناثا : اور انھوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمان کے بندے ہیں دیویاں بنا ڈالا ہے)۔ پیچھے جبت و طاغوت کی بحث کی ضمن میں ہم یہ بات بھی واضح کر چکے ہیں کہ اہل کتاب نے بھی، جب مشرک قوموں سے ان کو سابقہ پیش آیا، ان کے بہت سے مشرکانہ طریقے اختیار کر لیے اور انہی کی طرح بہت سے دیوی دیوتا اپنے لیے بنا لیے جس کا ماتم ان کے انبیاء نے کیا ہے اور یہ ماتم خود ان کے صحیفوں میں موجود ہے۔ نصاری حضرت مریم کی نسبت جو عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی معلوم ہے۔

شرک کا امام شیطان ہے : " وان یدعون الا شیطانا مریدا " شیطان کے پکارنے کا ذکر اصل مرشد شرک کی حیثیت سے ہے اس لیے کہ وہی ہے جس نے آدم کو سجدہ کرنے کے معاملے میں خدا کے حکم کی رو در رو نافرمانی کی اور جب خدا نے اس کے اس تمرد و سرکشی پر اس کو لعنت کی تو اس نے دھمکی دی کہ میں تیرے بندوں کو مختلف طریقوں سے توحید سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کروں گا۔ اس وجہ سے شرک جہاں کہیں بھی اور جس

شکل میں بھی پایا جاتا ہے اس کا امام در حقیقت شیطان ہی ہے اور اس اعتبار سے ہر وہ دعا اور التجا اور ہر وہ عبادت و اطاعت جو کسی غیر اللہ سے یا کسی غیر اللہ کے لیے کی جا رہی ہے وہ بالواسطہ شرک کے اس امام ہی سے اور اسی کے لیے ہوتی ہے۔

لعنہ اللہ " جملہ معترضہ کے مفہوم میں: لعنہ اللہ صفت بھی ہو سکتا ہے اس لیے کہ جس وقت شیطان نے اللہ کے بندوں کو شرک میں مبتلا " کرنے کی دھمکی دی تھی اسی وقت اللہ تعالیٰ نے، جیسا کہ قرآن میں مذکور ہے، اس پر لعنت بھی کر دی تھی اس وجہ سے وہ اس صفت کا دائمی موصوف ہے لیکن میں نے اس کو جملہ معترضہ کے مفہوم میں لیا ہے اور اسی اعتبار سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں بلاغت کا یہ پہلو ہے کہ گویا جوں ہی اس امام شرک کا نام آیا اللہ تعالیٰ نے عین اس کے عابدوں کے منہ پر اس پر لعنت کر دی۔ یہ اظہار نفرت کا سب سے زیادہ موثر طریقہ ہے۔

شیطان کی دھمکی بنی آدم کو: وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا۔ میں شیطان کی اس دھمکی کا حوالہ ہے جو اس نے اس وقت دی تھی جب اس نے آدم کو سجدہ کرنے کے معاملے میں کھلم کھلا خدا کے حکم کی نافرمانی کی اور خدا نے اس کو راندہ درگاہ قرار دیا۔ اس دھمکی کا ذکر قرآن نے متعدد مقامات میں کیا ہے۔ مثلاً "قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ (۱۳) قَالَ اَنْظِرْنِي اِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۴) قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ (۱۵) قَالَ فَبِمَا اَغْوَيْتَنِي لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (۱۶) ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ (۱۷) قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَاَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِينَ (۱۸) : خدا نے پوچھا کہ جب میں نے تجھے سجدے کا حکم دی اتو جھے سجدے سے کس چیز نے روکا؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے بنایا ہے۔ خدا نے فرمایا تو یہاں سے اتر، تجھے یہ حق نہیں ہے کہ تو اس میں اپنی بڑائی کا گھمنڈ کرے پس تو یہاں سے نکل، تو خوار ہونے والوں میں سے ہے۔ اس نے کہا مجھے لوگوں کے اٹھائے جانے کے دن تک مہلت دے دے، خدا نے فرمایا تجھے مہلت دی گئی۔ شیطان نے کہا چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس وجہ سے میں ان کی گھات میں تیسری سیدھی راہ پر بیٹھوں گا پھر میں ان کے آگے سے، ان کے پیچھے سے، ان کے دہنے سے، ان کے بائیں سے ان پر گھیرے ڈالوں گا اور تو ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔ خدا نے فرمایا تو ذلیل و خوار ہو کر یہاں سے دور ہو۔ ان میں جو تیری پیروی کریں گے تو میں تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا " (الاعراف)

شیطان کے اس مناظرے سے اس کے جوش و سرگرمی کا بھی پورا پورا اظہار ہو رہا ہے جو وہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ بات بھی ظاہر ہو رہی ہے کہ اس کی تمام مساعی ضلالت کا خاص ہدف توحید کا عقیدہ ہے۔ چنانچہ اس نے یہ جو کہا کہ میں تیری سیدھی راہ پر ان کی گھات میں بیٹھوں گا تو یہ سیدھی راہ وہی توحید کی راہ ہے جس کو قرآن نے صراط مستقیم سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ جو اس نے کہا کہ تو ان میں سے

اکثر کو اپنا شکر گزار نہ پائے گا۔ تو یہ بھی اس بات کی تعبیر ہے کہ ان کو شرک میں مبتلا کر دوں گا اور یہ تیری حمد کے بجائے دوسروں کی حمد کے ترانے گائیں گے۔

امانی باطلہ : وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ (میں ان کو جھوٹی آرزوؤں میں پھنساؤں گا) میں اس طرح کی جھوٹی آرزوؤں کی طرف اشارہ ہے جن میں بالعموم مشرک قومیں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مثلاً عربوں کا یہ عقیدہ کہ ہو جن دیویوں اور دیوتاؤں کو پوجتے ہیں وہ خدا سے ان کے لیے سفارش کرتے ہیں۔ انہی کی سفارش سے ان کو دنیا کی نعمتیں بھی ملتی ہیں اور اگر آخرت کوئی چیز ہے تو انہی کی سفارش سے آخرت میں بھی وہ جنت کے حقدار ٹھہریں گے۔ اسی طرح یہود اس وہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ وہ ابراہیم خلیل اللہ اور خدا کے برگزیدہ بندوں کی اولاد ہیں اس وجہ سے وہ خدا کے بیٹوں اور محبوبوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور جنت کے پشتینی حق دار ہیں، ان کے اعمال کچھ ہوں دوزخ کی آگ اول تو ان کو چھوئے گی ہی نہیں اور اگر چھوئے گی تو محض عارضی طور پر۔ ان کی ان باطل آرزوؤں پر ہم بقہ کی آیت 80 اور 111 کے تحت بحث کر چکے ہیں۔ علی ہذا القیاس نصاری کا یہ عقیدہ کہ خدا نے اپنے بیٹے کو ان کے تمام گناہوں کا کفارہ بنا دیا ہے، اب وہ عمل و اطاعت کی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہیں۔

مشرکانہ نذریں : فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ : بتک کے معنی کاٹنے، چیرنے اور پھاڑنے کے ہیں۔ مشرک قوموں میں یہ مشترک روایت رہی ہے کہ وہ خاص خاص جانوروں کو ان کے کان چیر کر اپنے فرضی معبودوں کے نام پر بطور نذر چھوڑ دیتی رہی ہیں۔ یہ کان چیرنا اس مقصد کے لیے ہوتا تھا کہ دوسرے ان کو نذر سمجھ کر ان سے تعرض نہ کریں۔

تغییر خلق اللہ کا مفہوم : فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (پس وہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلیں گے) اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلنے سے اصلاً مراد اس فطرت اللہ کو بدلنا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے تمام خلائق کو پیدا کیا ہے۔ مثلاً توحید دین فطرت ہے لیکن شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے اس کو شرک سے مسخ کیا۔ سورۃ روم میں شرک کی تردید کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۰) مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۳۱) : پس تم یکسو ہو کر اپنا رخ دین حنیفی کی طرف کرو۔ یہی اللہ کی بنائی ہوئی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدلنا جائز نہیں۔ یہی سیدھا فطری دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اسی کی طرف توجہ کرتے ہوئے اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں نہ بنو"۔ اس آیت میں توحید کو دین فطرت اور دین قیم سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی دلیل یہ دی ہے کہ اسی پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی بنائی ہوئی فطرت اور ساخت کو بدلنا جائز نہیں۔ ہمارے نزدیک زیر بحث ٹکڑے میں بھی یہی مراد ہے۔ ضمناً اس کے تحت وہ ساری چیزیں آ جائیں گی جو فطرت اللہ کی تبدیلی کے حکم میں ہیں۔ مثلاً عورتوں کا مرد بننا یا مردوں کا عورت بننا یا عورتوں اور مردوں کو ناقابل اولاد بنانا اور اس قبیل کی دوسری خرافات۔

لفظ امر کے مختلف مفہوم : " ولاٰمرنہم " میں شیطان کے جس امر کا ذکر ہے اس کے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عربی میں امر کا لفظ حکم دینے، مشورہ دینے اور سجھانے، سب معنوں میں آتا ہے۔ شیطان ان تمام طریقوں سے توحید کی راہ مارتا ہے۔ وہ اپنے القائے شیطانی سے دلوں میں وسوسہ بھی ڈالتا ہے اور جنوں اور انسانوں میں سے جو لوگ اس کے ایجنٹ بن جاتے ہیں ان کے واسطے سے مشورے بھی دیتا ہے اور اگر اس کے ایجنٹ زور آور اور بااقتدار ہوتے ہیں تو ان کے ہاتھوں قانون بھی بنواتا ہے اور اس قانون کو نافذ بھی کرواتا ہے۔

اجزا کی تشریح کے بعد اب ان آیات کے نظام اور ان کے مفہوم پر بحیثیت مجموعی بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ اوپر کی آیت میں شرک کے ناقابل مغفرت جرم ہونے کا ذکر ہوا تو لگے ہاتھوں شرک کے بودے پن اور اس کے حسب و نسب کا بھی ذکر فرما دیا تاکہ اس کا مکروہ چہرہ اچھی طرح بے نقاب ہو جائے۔

شرک کا بودا پن اور اس کا حسب و نسب : بودے پن کا ذکر دو پہلوؤں سے فرمایا۔ ایک تو یہ کہ شرک کا یہ سارا کارخانہ دیویوں کے بل بوتے پر قائم ہے، اول تو یہی پرلے سرے کی حماقت ہے کہ خدائے واحد کے سوا کسی اور کا سہارا انسان ڈھونڈے، پھر حماقت در حماقت یہ کہ سہارا بھی فرضی عورتوں کا جن کی بے بسی اور ناتوانی خود ضرب المثل ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کی تمام تر بنیاد شیطان کی پیدا کی ہوئی جھوٹی آرزوؤں اور اس کے پرفریب وعدوں پر ہے اور شیطان کے سارے وعدے بالکل بے حقیقت ہیں۔ جب حقیقت کھلے گی تو نظر آئے گا کہ نہ ابراہیم کا حسب و نسب کچھ نافع ہے اور نہ لات و منات اور ان کی شفاعت کا کوئی وجود ہے بلکہ سارا معاملہ ایمان و عمل صالح پر منحصر ہے۔ جن کے پاس یہ متاع نہیں ہے ان کے لیے صرف جہنم ہے جس سے فرار کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اس کے حسب و نسب کا بیان اس طرح فرمایا کہ اس کا موجد اور امام ابلیس لعین ہے جس نے جوش حسد میں پہلے ہی روز یہ دھمکی دی تھی کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنا حصہ بٹا کر رہوں گا، میں ان کو گمراہ کروں گا، ان کو طرح طرح کی جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا کروں گا، وہ میرے حکم سے بتوں کو نذرانے پیش کریں گے اور میرے القا سے فطرت اللہ کو مسخ کریں گے۔ فرمایا کہ جو لوگ اس شیطان لعین و متمرد کو اپنا مرجع اور کارساز بنائیں ان سے زیادہ بدبخت اور نامراد کون ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ شیطان ان کو وعدوں کے سبز باغ دکھا رہا ہے اور آرزوؤں کے جال ان کے آگے بچھا رہا ہے حالانکہ شیطان کے سارے وعدے محض فریب ہیں۔ نہ شفاعت ان کے کام آنی ہے نہ بزرگوں سے نسبت۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے جس سے کوئی مفر نہ ہوگا۔